ASL-239	Shaheed-i-Azam شہید اعظم (اردو) Imamul Hind Molana Abul Kalam Azad Zakaria Street Calcutta.
ASL-240 (72 pages)	Risala-i-Irfan (Part-I) رسالۂ عرفان HM Bashir Ahmad Choo J&K Bazmi Ashabi Tariqat Naqshbandiya Sgr. Kohinoor Press Sgr 1969/1389 H
ASL-241	Tuhfai Qawmiya تحفۂ قومیہ Sheikh Ghulam Rasool, Rafiabad. Shalimar Art Press 1978/1398 H

T ERSITY OF KASHMIR

Call No. ____________ Acc. No. ____________

erdue charges will be levied under rules for each

Shaheed-ee-azam

	شہید اعظم (اردو)
ASL-239	Shaheed-i-Azam
	Imamul Hind Molana Abul Kalam Azad Zakaria Street Calcutta.
ASL-240	Risala-i-Irfan Part-I رسالۂ عرفان HM Bashir Ahmad Choo J&K Bazmi Adabi Tanzjat Naqshbandys Sgr. Kohinoor Press Sgr 1969/1389H
(72 pages)	
ASL-241	Tuhfai Qawmys تحفۂ قومیہ Sheikh Gula Rasool Kashmiri. Shalimar Art Press 1978/1398H

شہیدِ اعظم

سیّدنا حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی شہادتِ عُظمےٰ کے
مستند تاریخی واقعات

اور

اُسوۂ حسینیؑ

مؤلفہ

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

ناشر مکتبہ تعلیمات
۲۶ زکریا اسٹریٹ، کلکتہ نمبر ۷۳

ناشر
مکتبہ تعلیمات
۲۶ زکریا اسٹریٹ، کلکتہ ۷۳

شہیدِ اعظم

مولانا ابوالکلام آزاد

قیمت پانچ روپے

(جمال پرنٹنگ پریس دہلی)

عرضِ ناشر

ہندوستان کے نامور مفکر امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی معرکہ آرا تصنیف "شہیدِ اعظم" ناظرین کے پیشِ خدمت ہے۔ موضوع کی اہمیت اور صاحبِ تصنیف کے اعجازِ بیان نے اس کتاب کو مستند تاریخ ہی نہیں، تاثیر کا مرقع بھی بنا دیا ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ اور کثرتِ اشاعت کے باعث مختلف ایڈیشنوں میں حسنِ صحت و عمدہ طباعت کی طرف سے جو غفلت برتی گئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مضمونِ کتاب میں بعض جگہ سخت قسم کا الجھاؤ پیدا ہو گیا اور قارئین کو پڑھنے میں دقت محسوس ہونے لگی جس کا اصحابِ ذوق کو شدید احساس تھا۔

ہمارے ادارے نے زرِ کثیر خرچ کر کے عمدہ آفسیٹ کتابت، حسین طباعت اور صحتِ کتابت کے معقول اہتمام کے ساتھ یہ نسخہ شائع کیا ہے۔

ہماری دوسری مطبوعات کی طرف متوجہ و راغب کر سکے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرتی رہے گی پیش شہادت حسینؓ کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

مولانا ظفر علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدیس اور قبول شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفۂ تاریخ کے بانیٔ اوّل ابنِ خلدون کو یہ قاعدہ بنانا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اسے اپنے حصارِ تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاجِ بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی الم ناک حادثہ پر نسلِ انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے، جس قدر اس حادثہ پر بہہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ امام حسینؓ کے خونچکاں حادثے سے دشتِ کربلا میں جس قدر خون بہا تھا اس کے ایک ایک قطرے کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے۔

افسوس یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے؟ اگر آج جویائے حقیقت چاہئے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرلے تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ تر نوحہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینا ہے نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات، بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی دراصل تاریخی نہیں ہیں۔ مرثیہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی تاریخ ہو تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں۔

اس مضمون میں ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واردات و حوادث درج کرتے ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی تاریخ نہیں ہے بلکہ تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس حادثہ کے واقعات یہ ہیں۔

یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اس سے ایک مرتب سلسلۂ بیان پیدا ہو جائے۔ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی۔ شاید اس قدر کاوش اور جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

(مولانا) ابوالکلام آزاد

مورخہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

تمہید

اہلِ بیت شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بنؓ ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہؓ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافت قرار دیا تھا۔ اس لئے وہاں اہلِ بیتِ کرام کے طرف داروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ آپ تشریف لائیے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اہلِ کوفہ سے بیعت کرنے کے لئے بھیجا اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے۔

دوستوں سے مشورہ

آپ کے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہلِ کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: "لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں، مجھے اصل حقیقت سے آگاہ کیجئے"۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا۔ میں نے عزم کر لیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں"۔ ابنِ عباسؓ بے اختیار پکار اٹھے "خدا آپ کی حفاظت کرے، کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے۔ اور ملک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے، حاکم بدستور ان کی گردن دبائے بیٹھا ہے، اس کے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو ان کا آپ کو بلانا درحقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں وہ آپ کو دھوکا نہ دیں اور جب دشمن کو طاقت ور دیکھیں تو آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں"۔ مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادے پر قائم رہے۔

ابنِ عباسؓ کا جوشِ شہادت

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آ گئی تو ابنِ عباسؓ پھر دوڑے آئے "اے ابنِ عم"، انہوں نے بہ منت کہا، میں خاموش رہنا چاہتا تھا مگر خاموش رہا نہیں جاتا، میں راہ میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں، عراق والے دغا باز ہیں، ان کے قریب بھی نہ جائیے، یہیں قیام کیجئے۔ کیوں کہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں

ہے۔ اگر عراقی آپ کو بلاتے ہیں تو ان سے کہیے کہ پہلے مخالفین کو اپنے ملاقے سے نکال دو پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے، وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپ کے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ لوگوں کی دسترس سے باہر ہوں گے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن حضرت حسینؓ نے جواب دیا! "اے ابنِ عم میں جانتا ہوں، تم میرے خیر خواہ ہو لیکن اب میں عزم کر چکا۔"

ابنِ عباسؓ نے کہا "آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچّوں کو تو ساتھ نہ لے جائیے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابنِ عباسؓ نے جوش میں آکر کہا، اگر مجھے یقین ہو کہ آپ کے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں۔" (ابنِ جریر) **مگر آپ پھر بھی** اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبداللہ بن جعفرؓ کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا۔ آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

> "میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آجائیے کیوں کہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہلِ بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں

گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور اربابِ ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں"۔ (ابنِ جریر، کامل، مقاتل بنِ اخنف وغیرہ ذالک۔)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انہوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جا کر کہا "حسین بن علیؓ کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو"۔ عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لائیے میں مہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبداللہؓ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستے سے دور کر دے جس میں ہلاکت ہے اور اس راستے کی طرف رہنمائی کرے جس میں سلامتی ہے، مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپ کے لئے شقاق واختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، ان کے ساتھ واپس چلے آیئے میرے پاس آپ کے لئے امن، سلامتی، نیکی، احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے وہی اس کا کفیل، نگہبان اور وکیل ہے۔

والسّلام

(ابنِ جریر وغیرہ)

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق روانہ ہو گئے۔ صفاح، نام مقام پر مشہور محب اہلِ بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے"۔ فرزدق نے جواب دیا "اُن کے دِل آپ کے ساتھ ہیں، مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں"۔ آپ نے فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لمحہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"۔

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ابنِ جریر وغیرہ)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ کے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبیداللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپ نے سنا تو بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

> "اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور اہلِ بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں، لِلّٰہ یہیں سے لوٹ چلئے، کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرف دار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے"۔

آپ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے۔ "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے"۔ انہوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے

بھائی کی طرح مر جائیں گے۔" اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا" ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔ (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپ کے ساتھ ہو گئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کہ کوفہ میں خوب آرام کریں گے، آپ ان کی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کر کے خطبہ دیا:

> "اے لوگو! ہمیں نہایت وحشت ناک خبریں پہنچی ہیں۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کر ڈالے گئے۔ ہمارے طرفداروں نے بے وفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے ہم ہرگز خفا نہ ہوں گے۔"

بھیڑ نے یہ سنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے۔ (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے۔ عبیداللہ بن زیاد والئ عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہو لیا اسے حکم تھا کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ برابر لگا رہے اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے جب تک انہیں عبیداللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہمد باندھے، چادر اوڑھے، نعل پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا۔

راہ میں ایک خطبہ

“اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمہارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے، قاصد آئے۔ مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آیئے تاکہ خدا ہمیں آپ کے ہاتھ پر جمع کر دے۔ اگر اب بھی تمہاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں، اگر مجھ سے عہد و پیمان کے لئے تیار ہو جن پر میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تمہارے شہر چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں۔”

دُشمنوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے ”اقامت پکارو“۔ حضرت حسینؑ نے حر بن یزید سے کہا ”کیا تم علیحدہ نماز پڑھو گے؟“ اس نے کہا ”نہیں آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے“۔ وہیں عصر کی نماز بھی پڑھی، دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپ نے پھر خطبہ دیا۔

دوسرا خطبہ

”اے لوگو! اگر تم تقوی پر ہو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم اہلِ بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو اور اب

تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے بہ خوشی تیار ہوں۔"

اہلِ کوفہ کے خطوط

اس پر حُر نے کہا، "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ آپ نے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلا انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُر نے کہا: "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبداللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔"

پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے خفا ہو کر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حر نے جواب دیا "واللہ اگر آپ کے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آسکتا۔ آپ نے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا "میں تم کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔" آپ نے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں، یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ، میں ابنِ زیاد کو لکھتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبیداللہ کو لکھئے۔ شاید میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کر دے اور آپ کے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں۔ یہ بات آپ نے منظور کر لی اور روانہ ہو گئے۔

(ابنِ جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں بھی اور مقامات پر بھی آپ نے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔

مقام بیضاء میں خطبہ دیا۔

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے — عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرتا ہے، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے لوگوں کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں۔ رحمٰن سے سرکش ہو گئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں۔ مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ تمہارے بیشمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لے کر پہنچے تم عہد کر چکے ہو کہ تم مجھ سے بے وفائی نہ کرو گے اور نہ مجھے دشمنوں کے حوالے کرو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہے تو یہ تمہارے لئے راہ ہدایت ہے کیوں کہ میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ، رسولؐ کا نواسہ ہوں میری جان تمہاری جان کے ساتھ، میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو۔ لیکن اگر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ، بھائی اور

عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت بگاڑ دی۔ جو بدعہدی کرے گا خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ خدائے تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ" (ابنِ جریر اور کامل)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

"معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو، دُنیا نے اپنا رنگ بدل دیا۔ مونھہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے، حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے۔

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سن کر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا "تم بولو گے یا میں بولوں"۔ سب نے کہا "تم بولو"۔ زہیر نے تقریر کی۔

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپ کے ساتھ ہو۔ ہم نے آپ کی تقریر سنی، واللہ اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو اور

ہم سدا اس میں رہنے والے ہوں جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اس کی جُدائی گوارا کرلیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپ کے ساتھ مر جانے کو ترجیح دیں گے!" (ایضاً)

حُر کی دھمکی کا جواب

حر بن یزید آپ کے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا "اے حسین اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کریں تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے"۔

ایک مرتبہ آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کرو گے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھے کیا جواب دوں؟ لیکن میں وہی کروں گا جو رسُول اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سُن کر کہا تھا:

سامضی وما فی الموتِ عار علی الفتیٰ ۔ اذا ما نوی حقاً وجاهد مسلماً!

(میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کیلئے موت ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو)

واسی الرجال الصالحین بنفسہٖ ۔ وفارق مثبوراً یغش و یرغما

(اور جبکہ اپنی جان دے کر صالحین کا مددگار رہا اور دغا باز ظالم ہلاک ہونے والے سے جدا ہو رہا ہے۔) ایضاً

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے چار سوار آتے ہوتے دِکھائی دیئے۔ ان کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ناقتی لاتذعری من زجزی ۔ وشمری قبل طلوع الفجر

اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے چل۔

بخیر رکبان وخیر سفر ۔ حتیّٰ یحییٰ بکریم النجر

اچھے مسافروں کو لے چل، سب سے بہتر سفر یہ چل۔ یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا۔

الماجد الحر رحیب الصدر　　اتی به الله لخیر امر

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، سب سے اچھے کام کیلئے آیا ہے)

ثمت ابقاہ بقاء الدھر

خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا "واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے چاہے قتل ہوں یا نجات یاب ہوں۔"

حر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ کوفہ کے ہیں۔ آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس کردوں گا۔ آپ نے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کرو گے تو میں تم سے لڑوں گا۔ یہ سن کر حر خاموش ہو گیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپ نے پوچھا "لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو"، انہوں نے جواب دیا "شہر کے سرداروں کو رشوتیں دے کر ملا لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی۔ (ایضاً)

آپ کے قاصد کا قتل

اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان کو قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی، ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا:

مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ مگر حق پر ثابت قدم ہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ خدایا ہمارے لئے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب میں دار القرار میں ہمیں اور انہیں جمع کر۔

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں۔ مگر آپ کے ساتھ کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپ کے پیچھے لگے ہوتے ہیں تو خاتمہ ہو جائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسینؑ سے لڑیں! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلئے۔ میں اپنے پہاڑ "اجا" میں آپ کو اتاروں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلۂ طے کے بیس ہزار بہادر تلوار لئے آپ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ واللہ جب تک ان کے دم میں دم رہے گا۔ آپ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے گا۔

آپ نے جواب دیا:

"خدا تمہیں جزائے خیر دے لیکن ہمارے اور ان کے درمیان ایک عہد ہو چکا ہے۔ ہم اس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارا ان کا معاملہ کس حد پر پہنچ کر ختم ہو گا؟"

خواب

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ قصرِ بنی مقاتل نامی مقام سے کوچ کے وقت اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر بلند آواز سے کہنے لگے "انا للہ و انا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین"، تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپ کے صاحب زادے علی نے عرض کیا "یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں فرمایا جانِ پدر! ابھی اونگھ گیا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے " لوگ چلتے ہیں، موت ان کے ساتھ چلتی ہے"۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے۔ علی نے کہا خدا آپ کو روزِ بد نہ دکھائے، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا بیشک ہم حق پر ہیں"۔ اس پر وہ کہہ اٹھے "اگر ہم حق پر ہیں تو موت کی کوئی پروا نہیں"۔

یہ وہی آپ کے صاحب زادے ہیں جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے اور علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں۔

(ابنِ جریر، شرح نہج البلاغۃ، امالی سید مرتضیٰ وغیرہ ذالک)

ابنِ زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے، اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حر بن یزید انہیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ ہتھیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اس نے مونہہ پھیر لیا۔ مگر حُر کو سلام کیا، اور ابنِ زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے، میرا یہ قاصد

تمہارے ساتھ رہے گا اور دیکھتا رہے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔"

حُر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا "اب میں مجبور ہوں، آپ کو بے آب وگیاہ میدان ہی میں اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ زہیر بن القین نے حضرت سے عرض کیا "ان لوگوں سے لڑنا اس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلے میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی۔" مگر آپ نے لڑنے سے انکار کر دیا "میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔ زہیر نے کہا "تو پھر اس سامنے کے گاؤں میں چل کر اتریئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جایئے۔ آپ نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سن کر آپ منغص ہو گئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ!" (ایضاً)

کربلا میں وُرود

آخر آپ ایک اُجاڑ سرزمین میں جا کر اُتر پڑے۔ پوچھا۔ اس سرزمین کا نام کیا ہے؟ معلوم ہوا "کربلَا" آپ نے فرمایا "کرب اور بلَا" یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔ یہ واقعہ ۲۔ محرم سنہ ۶۱ھ کا ہے۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

عمروؔ بن سعدؔ کی آمد

دوسرے دن عمرو بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمرو کی خواہش تھی کہ کسی طرح امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ اس نے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا۔ اور دریافت کیا۔ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو

دے چکے تھے۔ "تمہارے اس شہر کے لوگوں نے ہی مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کے لئے تیار ہوں۔"

ابنِ زیاد کی سختی

عمرو بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھ کر ابنِ زیاد نے کہا:

جب کہ ہمارے پھندے میں آ پھنسا ہے۔ چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں۔

پھر جواب لکھوایا:

"حسینؓ سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پینے پائیں، جس طرح عثمان بن عفانؓ پانی سے محروم رہے تھے۔

پانی پر تصادم

عمرو بن سعد نے مجبوراً پانچ سو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیج دیتے اور آپ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند ہو گیا۔ اس پر آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ تیس سوار پیدل چل کر جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے سردار عمرو بن الحجاج نے روکا۔ اہم مقابلہ ہوا۔ لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمرو بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسینؓ نے عمرو بن سعد کو کہلا بھیجا۔ آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لے کر نکلے اور ایک مقام پر ملے تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی، لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت امام نے عمرو سے کہا تھا " ہم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہو جائیں، عمرو نے کہا " اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائے گا۔ آپ نے فرمایا " میں بنا دوں گا "، عمرو نے کہا، میری تمام جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ " آپ نے فرمایا " میں اپنی حجاز کی جائیداد سے اس کا معاوضہ دے دوں گا "۔ مگر عمرو نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے تین صورتیں پیش کی تھیں:

۱۔ مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو۔

۳۔ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہے وہی مجھ پر گزرے گی۔

عمرو کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمرو بن سعد نے ابنِ زیاد کو پھر خط لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کر دیا۔ پھوٹ دُور کر دی۔ اتفاق پیدا کر دیا۔ امت کا معاملہ درست کر دیا۔ حسینؓ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے تیار رہیں، اس میں تمہارے لئے بھی بھلائی ہے۔

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہو گیا۔ عمرو بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا، مگر شمر بن ذوالجوشن نے مخالفت کی اور کہا کہ "حسینؓ قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر آپ کی اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں پھر عزت و فوج حاصل کر لیں اور آپ کم زور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب انہیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کر لیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؓ اور عمرو باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں۔

ابنِ زیاد کا جواب

ابنِ زیاد تے یہ رائے پسند کر لی اور شمر کو خط دے کر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ: اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں تو لڑائی نہ لڑی جائے۔ اور انہیں صحیح سالم میرے پاس بھیج دیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہہ دیا کہ اگر عمرو بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ چاہیئے کہ اسے ہٹا کر خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسینؓ کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمرو کو تہدید بھی کی گئی تھی: "میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسینؓ کو بچاؤ اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو میرا حکم صاف ہے۔

اگر وہ اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو صحیح سلامت میرے پاس بھیج دو. لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کرو، خون بہاؤ، لاش بگاڑو. کیوں کہ وہ اسی کے مستحق ہیں. قتل کے بعد ان کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیوں کہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہے کہ اگر قتل کر دوں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہو گے. نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے۔

(ابنِ جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسینؓ

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی پھوپھی ام البنین بنتِ حزام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، کی زوجیت میں تھیں اور ان ہی کے بطن سے ان کے چار صاحب زادے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسینؓ کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں اور ان کے واسطے سے حضرت امام حسین کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اس نے ابنِ زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے ان عزیزوں کو امان دے دی جائے اور اس نے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ میدان میں چاروں صاحب زادوں کو بلا کر کہا ”تم میرے دادھیالی ہو، میں نے تمہارے لئے امن و سلامتی کا سامان کرلیا ہے۔“ لیکن انہوں نے جواب دیا ”افسوس تم پر، تم ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند رسول کے لئے امان نہیں ہے۔“

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہنچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً بخوفِ عزل آمادۂ تعمیل ہو گیا (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی. جب قریب پہنچا تو

حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمرو نے ان سے کہا۔ اب ابن زیاد کا جواب آگیا ہے اور اس کا مضمون یہ ہے۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثناء میں فریقین کے بعض پرجوش آدمیوں کی جو رد و کد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

دونوں فوجوں میں زبانی ردوکد

حضرت امام کے طرف داروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اس کے حضور میں اس حالت میں پہنچیں گے کہ اس کے نبی کی اولاد کے خون سے ان کا ہاتھ رنگین ہوگا"۔ ابن سعد کی فوج سے عروہ بن قیس نے جواب دیا۔ "شاباش، اپنی خوب بڑائی کرو، پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو زہیر بن القین نے کہا۔

"اے عروہ خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کر دیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر اور ان پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن"۔ عروہ نے جواب دیا "اے زہیر تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟ زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہے، میں نے حسینؓ کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا، نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا، لیکن سفر نے ہم دونوں کو یہاں جمع کر دیا ہے میں نے انہیں دیکھا تو رسول اللہؐ یاد آ گئے اور رسول اللہؐ کی ان سے محبت یاد آ گئی میں نے یہ دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جا رہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور رسول اس کے اس حق کی حفاظت کروں گا جس کو تم نے ضائع کر دیا ہے"۔

امام حسینؓ کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو انہوں نے کہا "اگر

ممکن ہو تو آج انہیں ٹال دو تاکہ آج رات گزار اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں۔ اس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں، کیوں کہ وہ جانتا ہے میں اس کی عبادت کا دلدادہ، اس کی کتاب پڑھنے والا، اس سے بہت دُعا و استغفار کرنے والا ہوں۔" چنانچہ اس نے بھی یہی جواب دیا اور فوج واپس گئی۔ (ابن جریر و یعقوبی)

آپ کی حسرت اور اصحاب کی وفاداری

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپ نے اپنے ساتھی جمع کئے اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر! تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز فرمایا:

اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا، آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر لوگ موجود ہیں، یا میرے اہلِ بیت سے زیادہ ہمدرد و غمگسار اہلِ بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی کے ساتھ نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے میرے اہلِ بیت کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں اِدھر اُدھر چلے جاؤ، میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان پا کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔"

یہ سُن کر آپ کے اہلِ بیت بہت رنجیدہ اور بے چین ہوئے۔ حضرت عباسؓ نے کہا:

"یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل

کافی ہے، تم چلے جاؤ۔ میں نے تمہیں اجازت دی۔" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ تم اپنے شیخ، سردار اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی، نہیں واللہ! یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان و مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے، جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر گزرے گی، آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔"

آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عولجہ اسدی نے کہا:

"کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کر سکے ہیں واللہ نہیں ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینہ میں توڑوں گا۔ جب تک قبضہ میں ہاتھ رہے گا تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا، یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور ایک مرتبہ نہیں ستّر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا، پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی حمایت میں فنا ہو جاؤں۔"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپ کے اہلِ بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں۔ (ابن جریر کامل شرح نہج البلاغہ وغیرہ)

حضرت زینبؑ کی بےچینی اور آپ کا توصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے

ہیں۔ میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں، اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاریؓ کے غلام خولی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے

یادھر اُفٍّ لک من خلیل   کم لک بالاشراق والاصیل
اے زمانہ تیرا بُرا ہو، تو کیسا بے وفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے
من صاحب او طالب قتیل   والدھر لا یقنع بالبدیل
مارے جاتے ہیں؛ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا
وانما الامر الی جلیل   وکل حی سالک السبیل
اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے۔

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا کہ مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے وہ بے قابو ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں"

انہوں نے روتے ہوئے کہا: کیوں کر اس حالت پر صبر کیا جا سکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟ آپ نے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اس پر اُن کی بے قراریاں اور بڑھ گئیں اور شدّتِ غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پہ فرمائی۔ آپ نے کہا "بہن خدا سے ڈر۔ خدا کی تعریف سے تسلی حاصل کر۔ موت دُنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ ہمارے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے۔ یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں۔

یعقوبی، ابن جریر

پوری رات عبادت و تلاوت میں گذار دی

پوری رات آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے نماز و استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسینؓ بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے:

لَایَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا
نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ مَاکَانَ اللّٰهُ
لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ[1]

دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سُنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم ہے رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں اور تم سے الگ کر دیئے گئے۔

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد ابن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسینؓ نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں۔ ان کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔

---

[1] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل ان کیلئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنین کو اس حالت میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

عَلَم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت ایندھن ڈھیر کر دیا گیا۔ اور آگ جلا دی تھی تا کہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں کیوں کہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا "نہیں میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے "الٰہی ہر مصیبت میں تجھ پر میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دیا، دوست نے بے وفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی، تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے، تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ)

دُشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آ گیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کرنے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا۔ اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے۔ لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کرو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کرلو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگارِ عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے۔"

آپ کی اہلِ بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تا کہ انہیں خاموش کرائیں اور کہا "ابھی انہیں بہت رونا باقی ہے۔" پھر بے اختیار پکار اٹھے۔ "خدا ابنِ عباس کی عمر دراز کرے۔" یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ بن عباس نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپ نے از سرِ نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب و نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے۔ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں تھے۔ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور

میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے۔ سید الشباب اھل الجنة ؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیوں کہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتلاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے ؟ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے پوچھو، ابو سعید خدری سے پوچھو سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو، زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں ؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی ؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلاواسطہ نواسہ ہوں ! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے ! کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے ؟ کہو کیا بات ہے ؟ آخر میرا قصور کیا ہے ؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپ نے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپ نے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شیث بن ربعی ! اے حجار بن الجبیر ! اے قیس بن الاشعث ! اے یزید بن الحارث ! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے ! زمین سرسبز ہو گئی، نہریں اُبل پڑیں، اگر آپ آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے، جلد آیئے"۔ اس پر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں اور انہوں نے کہا "ہرگز نہیں ہم نے تو نہیں

لکھا تھا۔ آپ چلّا اٹھے "سبحان اللہ، یہ کیا جھوٹ ہے۔ واللہ تم ہی نے لکھا تھا" اس کے بعد آپ نے پھر پکار کر کہا "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"۔

ذلّت منظور نہیں

یہ سُن کر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کریں گے جو آپ کو پسند ہے آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

آپ نے جواب دیا "تم سب ہی ایک تھیلی کے چٹّے بٹّے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں، نہیں واللہ میں ذلّت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی ان کے حوالے نہ کروں گا۔ (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپ نے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اس کی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپ کی طرف حرکت شروع کر دی۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر دشمن کے سامنے پہنچے اور چلّائے۔ اے اہل کوفہ عذابِ الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو اس وقت تک ہم سب بھائی ہیں۔ ایک ہی دین اور ایک طریقہ پر قائم ہیں۔ جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حق دار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان لاتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم

تمہیں اہلِ بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو ان حاکموں سے کبھی تمہیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمہاری آنکھیں پھوڑیں گے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمہارے چہرے بگاڑیں گے تمہیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے۔ اور نیکوکاروں کو چُن چُن کر قتل کریں گے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدیؓ، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پُرانے نہیں ہوئے کہ تمہیں یاد نہ رہے ہوں۔

کوفیوں نے یہ تقریر سُنی تو زہیر کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے "بخدا ہم اس وقت تک نہ ٹلیں گے جب تک حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا انہیں امیر کے روبرو حاضر نہ کردیں۔" یہ ان کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر اگر فاطمہ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمہاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولادِ رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کرلیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تم حسینؓ کا خون بہاؤ۔" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے۔ کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کریں گے؟ ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے اُڑ جائیں گے۔" حر نے کہا "کیا ان شرطوں میں سے کوئی بھی قابلِ قبول نہیں، جو اس نے پیش کی ہیں؟ ابنِ سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور

منظور کر لیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمہارا حاکم منظور نہیں کرتا۔ حر بن یزید یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اس کے قبیلہ کا ایک شخص کھڑا تھا، اس کا نام قرہ بن قیس تھا۔ حر نے اس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا "حر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہوتا نہیں چاہتا۔ اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اس کی شکایت حاکم سے نہ کر دوں۔ میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر میں دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حرُ نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟"

حر خاموش ہو گیا۔ مہاجر کو شک ہوا کہنے لگا:

"تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جاتے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمہارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آ سکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حرُ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کر لی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"۔

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسینؓ میں پہنچ گیا۔

حضرت حسینؓ کی خدمت میں پہنچ کر کہا "ابن رسولؐ اللہ! میں وہی بد بخت ہوں جس نے آپ کو لوٹنے سے روکا۔ راستہ بھر آپ کا پیچھا کیا، اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم

ہوتا کہ وہ ایسا کریں گے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا ۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہو کر توبہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں ۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہونا چاہتا ہوں ۔ کیا آپ کے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا ؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا " ہاں خدا تیری توبہ قبول کرے ۔ تجھے بخش دے ۔ تیرا نام کیا ہے ؟" اس نے کہا " حر بن یزید ۔" فرمایا " حر (یعنی آزاد) ہی ہے ۔ جیسا تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے ۔ تو دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حر ہے ۔"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر دشمن کی صفوں کے سامنے پہنچا اور کہا " اے لوگو ! حسینؓ کی پیش کی ہوئی شرطوں میں کوئی شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے ۔ تاکہ خدا تمہیں اس امتحان سے بچالے ۔ لوگوں نے جواب دیا " یہ ہمارے سردار عمرو بن سعد موجود ہیں ، جواب دیں گے ۔" عمرو نے کہا " میری دلی خواہش تھی کہ کاش ان کی شرطیں منظور کر سکتا ۔"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی لیکن اس کے جواب میں انہوں نے تیر برسانا شروع کر دیا ۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا ۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمرو بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسینؓ کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا " گواہ رہو ، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے ۔ پھر تیر بازی شروع ہو گئی ۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبیداللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارزت طلب کی : قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین

کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہم دگر پیکار کرتے۔ لشکرِ حسینؓ سے حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر نکلنے لگے۔ مگر حضرت حسینؓ نے انہیں منع کیا۔

عبداللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہو کر عرض کیا :

"مجھے اجازت دیجئے۔" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چل کر آیا تھا۔ سیاہ رنگ کا تنومند، کشادہ سینہ تھا۔ آپ نے اس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مردِ میدان ہے اور اجازت دی۔ عبداللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کر کے قتل کر ڈالے۔ اس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی۔ اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اسے اس قدر جوش آیا کہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسینؓ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہلِ بیت کی طرف سے خدا تمہیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے۔"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کر دیئے

اس کے بعد ابنِ سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ اور نیزے سیدھے کر دئے۔ نیزوں کے موہنہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے۔ حضرت کی فوج نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہو گئی۔ طرفین سے ایک ایک، دو دو جوان مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھلاتے تھے۔ حضرت حسینؓ کے طرف داروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار

اٹھا۔

بے وقوفو! پہلے جان لو کہ کس سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کر کے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انہیں مار سکتے ہو۔ عمرو بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؓ دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم تجھ پر خدا کی رحمت

مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپ کی جانب سے پہلے شہید تھے۔ (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہو گئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا مگر حسینی میسرے نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف بتیس سوار تھے، جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے صفیں الٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقت ور دشمن نے محسوس کر لیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً ہی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانچ سو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی تیر برسانے شروع کر دئے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بے کار ہو گئے اور سواروں کو پیدل ہو جانا پڑا۔

حر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔

میں نے اسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حر بن یزید زمین پر کود پڑے، تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر　　اشجع من ذی لبذ ھزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بے کار کر دیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلا دیئے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی۔ مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ کر دتے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کر سکتا تھا۔ عمرو بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوتے۔ خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے کے لئے جب یہ صورت بھی ناکامیاب رہی تو عمرو بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسینؓ نے فرمایا کچھ پروا نہیں جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کر سکیں گے۔" اور ہوا بھی یہی۔

اُم وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اس کی فوج کے قدم اکھاڑ دئے۔ مگر کب تک۔ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جا چکے تھے حتی کہ عبداللہ بن عمیر الکلبی بھی جس کا ذکر اوپر گذر چکا تھا، اس کی بہادر بیوی اُم

وہب بھی شہید ہو چکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی۔ اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو!" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کر ڈالا۔

(ابن جریر شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ ساعدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسینؓ سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا۔ واللہ آپ اس وقت تک ہونے نہیں پائیں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں۔ لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں، جس کا وقت آگیا ہے۔" یہ سن کر حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا: "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں۔ مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہو گئے گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے۔

آلیتُ لا اُقتل حتیٰ اَقتُلا ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہوں گا جب تک قتل نہ کر لوں اور مروں گا تو اسی حال میں مروں گا کہ آگے بڑھتا رہوں گا۔

اضربهم بالسیف ضرباً مفصلا لا ناکلاً عنهم ولا مهللا
انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا۔ نہ بھاگوں گا نہ ڈروں گا۔

زہیرؒ کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہو کر گرے اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس موقعہ پر آپ کے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

انا زهير وانا ابن القين   اذودهم بالسيف عن حسينؓ

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں، اپنی تلوار کی نوک سے انہیں حسینؓ سے دور کروں گا۔

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانہ پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے۔

اقدِمْ هديتَ هاديا مهديا   فاليوم تلقىٰ جدك النبيّا

بڑھ خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کرے گا۔

وحسنا والمرتضىٰ عليا   وذا الجناحين الفتى الكميا

اور حسن سے اور علی مرتضیٰ سے   اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد الله الشهيد الحيا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

غِفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ آپ کے سامنے ایک ایک کر کے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور

لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت بنو غفار ۔ وخندف بعد بنی نزار
بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے
لنضربن معشر الفجار ۔ لبکل غضب صارم تبار
کہ ہم بے پناہ شمشیر آب دار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے۔
یاقوم ذودوا عن بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار
اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کر!

جابری لڑکوں کی فداکاری

ان کے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے انہیں دیکھا تو فرمانے لگے:

"اے میرے بھائی کے فرزندو، کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔"

انہوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے، ہم تو آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے۔ اور ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے: "السلام علیک ابن رسول اللہ۔" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر کار دونوں شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

اس کے بعد حنظلہ بن اسعد حضرت کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور باآواز بلند

دشمن سے مخاطب ہوتے "اے قوم میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمہیں بھی روزِ بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ۔ اے قوم! حسینؓ کو قتل نہ کرو۔" ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کر دے!" بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضیکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہو گئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندانِ نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپ کے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا رجزیہ تھا۔

انا علی بن حسین بن علیؓ نحن ورب البیت اولی بالنبی

میں علی بن حسین بن علیؓ ہوں، قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ حق دار ہیں۔

تاللہ لا یحکم فینا ابن الداعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہ کر سکے گا۔

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہو گئے۔ ایک راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اٹھتا ہوا سورج۔ وہ چلا رہی تھی "آہ بھائی! آہ بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنتِ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلعم"، لیکن حضرت حسینؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمہ میں پہنچا آئے۔ پھر علی اکبر کی نعش اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دی۔ (ایضاً)

ایک جوانِ رعنا

ان کے بعد اہلِ بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جاں فروش قتل ہوتے رہے، یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا۔ وہ کرتا پہنے، تہبند باندھے اور پاؤں میں نعل

پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرا ہوا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضب ناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسینؓ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں، وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں:

> "ان کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اسے پکارے، اور وہ جواب نہ دے۔ یا جواب دے مگر تجھے اس کی آواز نفع نہ پہنچا سکے۔ افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہو گئے اور دوست باقی نہ رہے!"

پھر لاش اپنی گود میں اٹھا لی۔ لڑکے کا سینہ آپ کے سینے سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالبؓ!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسینؓ پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ عین اس وقت آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا وہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں رکھا اور اس کے کان میں اذان دینے لگے ــــ

اچانک ایک تیر آیا اور بچّہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچّہ کی روح اسی وقت پرواز کر گئی۔ آپ نے تیر اس کے حلق سے کھینچ کر نکالا، خون سے چلّو بھرا اور اس کے جسم پر ملتے ہوئے فرمانے لگے۔ واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں۔ الٰہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے۔ (یعقوبی و ابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کر کے اکثر بنی ہاشم اور اہلِ بیت شہید ہوگئے۔ ان میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

۱۔ محمد بن ابی سعید بن عقیلؓ ۲۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ ۳۔ عبداللہ بن عقیلؓ
۴۔ عبدالرحمٰن بن عقیلؓ ۵۔ جعفر بن عقیلؓ ۶۔ محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ ۷۔ عون
بن عبداللہ بن جعفرؓ ۸۔ عبّاس بن علیؓ ۹۔ عبداللہ بن علیؓ ۱۰۔ عثمان بن علیؓ
۱۱۔ محمد بن علیؓ ۱۲۔ ابوبکر بن علیؓ ۱۳۔ ابوبکر بن الحسنؓ ۱۴۔ عبداللہ بن الحسنؓ
۱۵۔ قاسم بن الحسنؓ ۱۶۔ علی بن حسینؓ ۱۷۔ عبداللہ بن حسینؓ۔

ایک بچّے کی شجاعت

ان سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کر کے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمّت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے۔ لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہلِ بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بیخود

ہو گیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دَوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی، دَوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؓ نے بھی دیکھ لیا۔ اور بہن سے کہا "روکے رہو آنے نہ پائے"۔ مگر لڑکے نے زور کر کے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔ اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی۔ لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کرے گا"۔ سنگ دِل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اس نے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچّہ تکلیف سے چلآیا۔ حضرت نے اسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر، اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہنچا دے گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) علی بن ابی طالب، حمزہؓ جعفرؓ اور حسنؓ بن علیؓ تک۔

حضرت حسینؓ کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپ نے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اس کے قدم اکھاڑ دِئے۔ عبداللہ بن عمار جو خود اس جنگ میں شریک تھا روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا، مگر یہ خیال کر کے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا کہ دائیں بائیں ہر طرف سے ان پر حملے ہو رہے تھے۔ لیکن وہ جس طرف مُڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دِل کو جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔

دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا خیمہ سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں، وہ چلا رہی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔" یہ وہ موقع تھا جب کہ عمرو بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمرو! کیا ابو عبداللہ تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟" عمرو نے مونہہ پھیر لیا مگر اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر آنسو کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپ کے حلق میں تیر پیوست ہو گیا

لڑائی کے دوران میں آپ کو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچ لیا، پھر اپنے ہاتھ مونہہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔ ع: تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا نیست۔

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمہ کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اس کے ساتھیوں نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے، خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور روزِ آخرت سے ڈرتے نہیں تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو، میرے خیمہ کو اپنے جاہلوں اور بدمعاشوں سے محفوظ رکھو۔" شمر نے جواب دیا۔ اچھا ایسا ہی کیا جائے گا اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا۔

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمہارا بُرا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟ اب ہر طرف سے پھر زغہ ہوا۔ آپ نے پکار کر کہا" کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا۔ جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا پھر شانے پر تلوار ماری، آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اس نے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے" پھر جوش سے اترا۔ آپ کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا۔

جعفر بن علی بن محمد سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا وہ اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔

وہ ڈرتا تھا، کوئی دوسرا ان کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمرو بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا۔

اوقر رکابی فضة وذھبا   انا قتلت الملک المُحَجَّبَا

مجھے سونے چاندی سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے۔

قتلت خیر الناس اما وابا   وخیرھم اذ ینسبون لنسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے افضل اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے۔

عمرو بن سعد نے اسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "واللہ تو مجنون ہے" پھر اپنی لکڑی سے اسے مار کر کہا "پاگل ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے بھی مروا ڈالتا"۔ (ابنِ جریر)

لُوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپ کے بدن کے کپڑے تک اتار لئے۔ پھر آپ کے خیمہ کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچا اور کہنے لگا "اسے بھی قتل کیوں نہ کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی اور کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالو گے؟" اسی اثناء میں عمرو بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے، ان کو کوئی نہ چھیڑے، جس کسی نے خیمہ کا اسباب لوٹا ہو واپس کر دے۔ زین العابدین نے یہ سن کر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمرو بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے، تیری زبان نے ہمیں بچا لیا۔

نعش رَوند ڈالی

عمرو بن سعد کو حکم تھا کہ حسینؓ کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالنا۔ اب اس

کا وقت آیا۔ اُس نے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون تیار ہے؟" دس آدمی تیار ہو گئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا۔

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

اس جنگ میں حضرت حسینؓ کے بہتّر آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے اٹھاسی قتل ہوئے۔ (ابن جریر، کامل۔ یعقوبی)

حضرت زینبؓ نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمرو بن سعد نے میدانِ جنگ سے کوچ کیا۔ اہلِ بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہے) روایت کرتا ہے کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب پہنچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بَین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمدؐ! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسینؓ ریگستان میں پڑا ہے! تیری اولاد مقتول ہے۔ ہوا اِن پر خاک ڈال رہی ہے۔" راوی کہتا ہے کہ دوست دشمن کوئی نہ تھا جو ان کے بَین پر رونے نہ لگا ہو۔ (ابنِ جریر)

بہتّر سر

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل بہتّر سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن، ابن الاشعث، عمرو بن الحجاج اور مرہ بن قیس۔ یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہے کہ حسین کا سر ابنِ زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابنِ زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ کے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اس نے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم[1] چلا اٹھے "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ خدا کی قسم میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے۔" یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابنِ زیاد خفا ہو گیا "خدا تیری آنکھوں کو رلائے! واللہ اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا"۔ زید بن ارقمؓ یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابنِ فاطمہؓ کو قتل کیا۔ ابنِ مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمہارے نیک انسان قتل کرتا، اور تمہارے شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کر لی۔ خدا انہیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ ابنِ زیاد نے چھڑی ماری تھی!

ابنِ زیاد اور حضرت زینبؓ

راوی کہتا ہے "جب اہلِ بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا، وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کی کنیزیں انہیں اپنے بیچ میں لئے ہوئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہے"۔ انہوں

---

[1] بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ کہا تھا۔ (منہاج السنہ)

نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر ان کی ایک کنیز نے کہا ”یہ زینب بنتِ فاطمہؑ ہیں! عبیداللہ شماتت کی راہ سے چلایا۔ ”اُس خدا کی ستائش جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا اور ہلاک کیا اور تمہارے نام کو بٹّہ لگایا۔“ اس پر حضرت زینب نے جواب دیا ”ہزار ستائش اس خدا کے لئے جس نے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عزت بخشی اور ہمیں پاک کیا نہ کہ جیسا تو کہتا ہے۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں، فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہے۔“ ابنِ زیاد نے کہا ”تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟“ حضرت زینب بولیں ”ان کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کر دے گا۔ اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کر لو گے۔“ ابن زیاد غضب ناک ہوا۔ اس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا ”خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہے۔ عورتوں کی بات کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔“

پھر کچھ دیر کے بعد ابنِ زیاد نے کہا ”خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہلبیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا۔ اس پر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں بے اختیار رو پڑیں۔ انہوں نے کہا ”واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں، میری جڑ اکھاڑ دی۔ اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ٹھنڈا ہو جائے۔“

ابنِ زیاد نے مسکرا کر کہا ”یہ شجاعت ہے! تیرا باپ بھی شاہ اور شجاع تھا!“

زینب نے کہا ”عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہے —— میں جو کچھ کہہ رہی ہوں یہ تو دل کی آگ ہے۔“

ابنِ زیاد اور امام زینؑ العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد ابن زیاد کی نظر زین العابدین بن علی بن حسینؓ پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابنِ زیاد نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کہ کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا" میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے ـــ" اس پر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ[1]

اس پر ابنِ زیاد چلّایا "خدا تجھے مارے! تو بھی ان ہی میں سے ہے۔" پھر اس کے بعد ابنِ زیاد نے چاہا، انہیں قتل کر ڈالے۔ لیکن زینبؓ بے قرار ہو کر چیخ اٹھیں: "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال۔" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابنِ زیاد اگر تو اِن عورتوں سے ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد ان کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے۔" ابنِ زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے؟ واللہ، مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے ـــــ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو۔ یہ بھی اپنے خاندان کی

---

[1] خدا ہی موت کے وقت جان لیتا ہے، کوئی بھی بغیر اس کے اِذن کے مر نہیں سکتا۔

عورتوں کے ساتھ جائے۔ (ابنِ جریر و کامل)

ابن عفیفؓ کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابنِ زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اس خدا کی تعریف کی، جس نے حق ظاہر کیا۔ حق والوں کو فتحیاب کیا۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کی جماعت غالب ہوئی۔ اور کذّاب ابنِ کذّاب حسین بن علیؓ اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔" یہ سن کر عبداللہ بن عفیفؓ ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں، اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلّائے: "خدا کی قسم ابنِ مرجانہ! کذّاب ابنِ کذّاب تو تُو ہے، نہ کہ حسین بن علیؓ"۔ ابنِ زیاد نے یہ سن کر ان کو قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اِس کے بعد ابنِ زیاد نے حضرت حسینؓ کا سَر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہنچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اس سے سوال کیا "کیا خبر ہے۔؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بنِ علیؓ اپنے اٹھارہ اہلِ بیت اور ۶۰ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے انہیں بڑھ کر روکا، اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کریں ورنہ لڑائی لڑیں۔ انہوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی۔ چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر ہلّہ بول دیا۔ جب تلواریں ان کے سر پہ پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے، جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے لاشے برہنہ پڑے

ہیں۔ ان کے کپڑے خون میں تربتر ہیں۔ ان کے رُخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں۔ اِن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گِدھوں کی خوراک بن گئے ہیں۔

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سُنا تو اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ کہنے لگا:
"بغیر قتل حسین کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابنِ زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ سے ضرور درگذر کر جاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا۔

(ابن جریر کامل، تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تاثر

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسینؓ اور ان کی اہلِ بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اس نے یہ شعر پڑھا:

یفلقن هاما من رجال اعزۃ علینا وهم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ دراصل وہی حق فراموش کرنے والے ہیں۔
پھر کہا "واللہ اے حسینؓ! اگر میں وہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا"

اہلِ بیت دمشق میں

حضرت حسینؓ کے سر کے بعد ابنِ زیاد نے اہلِ بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محضر بن ثعلبہ اس قافلہ کے سردار تھے۔ حضرت امام زین العابدین

راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچ کر محضر بن ثعلبہ چلایا "میں امیرالمومنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں"۔ یزید یہ سن کر خفا ہوا کہنے لگا "محضر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہلِ بیت کو بھی بٹھایا۔ اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی تمہارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا۔ میرا حق بھلایا۔ میری حکومت چھیننا چاہی۔ اس پر خدا نے اس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو۔"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

تمہاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو، یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس نہ کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اس نے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں:

مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ

جو مصیبت بھی آتی ہے خود تمہارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں خدا معاف کر دیتا ہے۔"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ انہیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا۔ ان کی ہیئت خراب ہو رہی تھی، دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا:

”خدا ابنِ مرجانہ کا بُرا کرے۔ اگر تم سے اس کا رشتہ ہوتا تو تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمہیں میرے پاس بھیجتا۔“

حضرت زینبؓ کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنتِ علیؓ سے مروی ہے کہ جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اس نے ہم پر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا ”امیر المومنین یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے۔“ اور میری طرف اشارہ کیا۔ اس وقت میں کمسن اور خوب صورت تھی، میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں۔ جانتی تھیں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے پکار کر کہا ”تو کمینہ ہے نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اس کا حق ہے۔“! اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا ”تو جھوٹ بکتی ہے، واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے، اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں۔“ زینب نے کہا ”ہرگز نہیں، خدا نے تمہیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہے کہ تم ہماری ملّت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو۔“ یزید اور بھی خفا ہونے لگا ”دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہے!“ زینب نے بلا تامل جواب دیا ”اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تُو نے، تیرے باپ نے تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔“ یزید چلایا ”اے دشمنِ خدا! تو جھوٹی ہے!“ زینب بولیں ”تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے، اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے!“

حضرت فاطمہ بنتِ علیؓ کہتی ہیں، یہ گفتگو سن کر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیوں کہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی، اس پر یزید نے

غضب ناک آواز میں اسے ڈانٹ بتائی "دور ہو کم بخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے۔

یزید کا مشورہ

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و امراء کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا۔ مگر نعمان بن بشیر نے کہا "ان کے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس حال میں دیکھ کر کرتے"۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ حسینؓ نے یہ سُن کر کہا "اے یزید، یہ رسُول اللہ کی لڑکیاں ہیں"۔ اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ ان کے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثناء میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ ہند بنتِ عبداللہ یزید کی بیوی نے مونہہ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا:

"امیرالمومنین کیا حسینؓ ابن فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ (صلعم) کا سر آیا ہے؟"

"یزید نے کہا" ہاں، خوب رو و، بین کرو۔ رسُول اللہ کے نواسے اور قریش کی اصیل پر ماتم کرو۔ ابنِ زیاد نے بہت جلدی کی قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے"۔

حسینؓ کی اجتہادی غلطی

اس کے بعد یزید نے حاضرینِ مجلس سے کہا "تم جانتے ہو، یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے؟ یہ حسینؓ کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہے، انھوں نے سوچا: میرے باپ یزید کے باپ

سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں۔ اس لیے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا کہ ان کے والد میرے والد سے افضل تھے، صحیح نہیں۔ علیؓ اور معاویہؓ نے باہم جھگڑا کیا۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ کِس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے افضل تھیں۔ تو بلا شُبہ یہ ٹھیک ہے۔ فاطمہ بنتِ رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسُول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی، وہ یہ آیت بالکل بھول گئے:

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

پھر اہلِ بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہنچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعیِ تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسینؓ نے اس سے کہا "اے یزید کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں کنیزیں ہو گئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی"۔ یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ تمہیں دوں گا"۔ چنانچہ جس نے اپنا جتنا نقصان بتایا اس سے دوگنا تگنا دے دیا گیا۔

یزید کا دستور تھا، روز صبح و شام کھانے میں علی بن حسینؓ کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دِن حضرت حسنؓ کے کم سِن بچے عمر کو بھی بُلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اِس سے

لڑے گا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمر بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں، ایک چھری مجھے دو اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!"۔ یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمر بن حسن کو گود میں اٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا: "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہوتا ہے"۔

یزید کی زود پشیمانی

یزید نے اہلِ بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا، حسین کو اپنے گھر میں اپنے پاس رکھتا ان کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابنِ مرجانہ (ابنِ زیاد) پر جس نے حسینؓ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسینؓ نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابنِ زیاد نے ان کی کوئی بات نہ مانی اور قتل کر ڈالا۔ ان کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابنِ مرجانہ پر! خدا کا غضب ابنِ مرجانہ پر!

اہلِ بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہلِ بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابنِ مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسینؓ کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرط بھی پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا۔ اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو مجھ سے برابر خط و کتابت کرتے رہنا کوئی ضرورت بھی پیش آتے خبر کر دینا"۔ بعد میں

حضرت سکینہ کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکرا انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا۔

اہلِ بیت کی فیاضی

یزید نے اہلِ بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنتِ علی اور حضرت بنتِ حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیجے اور کہا "یہ تمہاری نیکی کا بدلہ ہے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہیں دیں"۔ اس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا، رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا"۔

مدینہ میں ماتم

اہلِ بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سُنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم   ماذا فعلتم وانتم اٰخر الامم

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے آخر اُمت ہو

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی   منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں۔

اُسوۂ حسین رض

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

عَظَّمَ اللّٰہُ اُجُوْرَنَا بِمَصَائِبِنَا

وقتست کہ در پیچ و خم نوحہ سرائی — سوز و نفس نوحہ گر از تلخ نوائی
وقتست کہ آں پردگیاں کردہ تعظیم — بر درگہ شاں کردہ فلک ناصیہ سائی
از خیمہ آتش زدہ عریاں بدرانید — چوں شعلہ دخاں بر سر شاں کردہ ردائی
جانہا ہمہ فرسودۂ تشویش اسیری — دل با ہمہ خوں گشتہ اندوہ رہائی
تنہاست حسین رض بن علی رض در صف اعدا — اکبر تو کجا رفتی و عباس کجائی

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کے لئے سوز و تپش کی ضرورت ہو، جن اربابِ درد کو روح کی راحت کے لئے جسم کے ماتم کی تلاش ہو، جن کی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب اور جن کی آنکھیں خونبانہ فشانی کو اپنا مطلوب سمجھتی ہوں، ان کی صحبتِ ماتم و الم کی رونق کے لئے یہی افسانہ اتنا کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے بڑے بڑے سیلاب سمندروں کی روانی سے بہہ جائیں اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے زمین کے بڑے بڑے قطعات یکسر جنبش میں آجائیں، جب بھی ان کی ندائے حال اس الہام سرائی سے قاصر رہے گی، جو اس کے ایک ایک لفظ کے اندر سے توصیہ فرمائے عبرت و بصیرت ہے۔

لیکن آہ! کتنے دل ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اس کے حقیقی بصائر و معارف کے انداز سے دیکھا ہے اور کتنی آنکھیں ہیں جو حسین بن علی شہید پر یہ گریہ و بکا کرتی ہوئی اس اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھتی ہیں جو اس حادثہ عظمیٰ کے اندر موجود ہے؟

فی الحقیقت یہ حق و صداقت آزادی و حریت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی، صرف اس لئے ہوئی تاکہ پیروانِ اسلام کے لئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور اس ثبات و استقامت کی ہمیشہ کے لئے ایک کامل ترین مثال قائم کر دے۔ پس جو بے خبر ہیں ان کو رونا چاہیئے ان لم تبکوا فتباکوا اور جو روتے ہیں ان کو صرف رونے ہی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ ان کے سید الشہداء نے اپنی قربانی کا ایک اسوۂ حسنہ پیش کر دیا ہے اور کسی روح کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ محبت حسین کی مدعی ہو، جب تک اسوۂ حسینی کی متابعت کا اپنے اعمال کے اندر سے ثبوت نہ دے۔

اُسوۂ حسینی

ضرورت ہے کہ تفصیل کے ساتھ اس حادثہ ہائے شہادت پر نظر ڈالی جائے۔ سب سے پہلے اس کی تاریخی حیثیت نمایاں کر کے ان کے تمام مواعظ و نتائج عظیمہ کو ایک ایک کر کے بیان کیا جاتے جو اس ذبیح عظیم کے اندر پوشیدہ ہیں اور جن کی لسانی حیات آج بھی اسی طرح صدا دے رہی ہے جس طرح کنار فرات کی ریتلی سرزمین پر ایسے بارہ سو برس پہلے زخم و خون کے اندر وعظ فرمائے حقیقت و صداقت تھی!

دنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے کہ فانی ہے مگر خون شہادت کے ان قطروں کے لئے جو اپنے اندر حیات الٰہیہ کی روح رکھتے ہیں، کبھی فنا نہیں!

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

لیکن افسوس کہ شرح و بسط کے لئے وقت نہیں اس لئے یہاں صرف چند مجمل اشارات پر اکتفا کروں گا۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

حق و حرّیت کی راہ میں جہاد

۱۔ سب سے پہلا نمونہ جو حادثۂ عظیمہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، دعوت الٰہی الحق اور حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے۔

بنی امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو، کبھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا اور مشورۂ اجماع اُمت کی جگہ محض غلبۂ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظام شریعت الٰہیہ نہ تھا۔ بلکہ محض اغراض نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ، ایسی حالت میں ضرور تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔

حضرت سید الشہدائؑ نے اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے مظالم بنی اُمیہ کے خلاف جہادِ حق کی بنیاد رکھی، اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔

ظالم و جابر حکومت کا علانیہ مقابلہ کرو

پس یہ نمونہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا علانیہ مقابلہ کرو اور کبھی ایسی حکومت و اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکامِ مستبدہ جائرہ کی بنیاد صداقت و عدالت

کی جگہ جبر و ظلم ہو۔

۲۔ مقابلہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے۔ کیوں کہ حسین بن علی کے ساتھ چند ضعفاء و مساکین کی جمعیت قبیلہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ حق و صداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پروا ہے۔ نتائج کا مرتب کرنا تمہارا کام نہیں۔ یہ اس قوت قاہرہ عادلہ الٰہیہ کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف و فقدان انصار کے کامیاب کرتی ہے۔

وَكَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ط

مصلحت اندیشی کے بھیس میں شیطان

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامن گیر ہوتا ہے، جو اگرچہ فی نفسہ عقل و دانائی کا ایک فرشتہ ہے، لیکن کبھی کبھی شیطان الرجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوا دینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل؟ توپ و تفنگ اور تخت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے، کہ ہم کریں۔

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔ تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسہ و محترمہ جہاد سے قطع نظر تمہارے سامنے اور خود مظلومِ کربلا کی مثال موجود ہے۔ تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومتوں کی قوتوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کب کیا ہے کہ کبھی بھی کیا جائے؟ میں کہتا ہوں کہ حسینؓ بن علی نے صرف ۷۲ یا ۶۲ بھوکے پیاسے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہر و جابر کا مقابلہ کیا جس کے حدود سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے اور گو یہ سچ ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک و پیاس کی شدت سے تڑپتے دیکھا اور پھر ایک ایک کر کے ان

میں سے ہر وجود مقدس خاک و خون میں تڑپا اور جاں بحق تسلیم ہوا، اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دشمنوں سے نہ تو پینے کا پانی چھین سکا اور نہ زندہ رہنے کے لئے اپنی غذا حاصل کر سکا اور اس میں شک نہیں کہ بالآخر سر سے لے کر پیر تک زخموں سے چور ہوا، اس خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ ہو کر تیار ہوا تاکہ اس کے کرشمہ ساز عجائب کے حریم وصال میں پہنچے جو دوستوں کو خاک و خون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔

ارید وصالہ، ویرید قتلی!

ظالم و جابر حکومت کا انجام

تاہم فتح اس کی تھی اور فیروز مندی و کامرانی کا تاج صرف اس کے زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا وہ تڑپا اور خاک و خون میں لوٹا، پر اس خون کے ایک ایک قطرہ نے جو عالم اضطراب میں اس کے زخموں سے ریگ و سنگ پر بہا تھا، انقلاب و تغیرات کے وہ سیلاب ہائے آتشیں پیدا کر دیئے، جن کو نہ مسلم بن عقبہ کی خون آشامی روک سکی، نہ حجاج کی بے اماں خونخواری اور نہ عبدالملک کی تدبیر و سیاست، وہ بڑھتے اور بڑھتے ہی رہے۔ ظلم و جبر کا پانی تیل بن کر ان کے شعلوں کی پرورش کرتا رہا اور حکومت و تسلط کا غرور ہوا بن کر ان کی ایک ایک چنگاری کو آتش کدۂ سوزاں بناتا رہا، یہاں تک کہ آخری وقت آگیا اور جو کچھ ۶۲ھ میں کربلا کے اندر ہوا تھا، وہ سب کچھ ۱۳۲ھ میں نہ صرف دمشق، بلکہ تمام عالم اسلامی کے اندر ہوا، صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپے، ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں، فتح مندوں نے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور مُردوں کی ہڈیوں تک کو ذِلت و حِقارت سے محفوظ نہ چھوڑا اور اس طرح فَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ کا پورا ظہور ہوا!!

پھر کیا یہ سب کچھ ہوا وہ محض ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں ہی کا نتیجہ تھا؟ کیا یہ اسی خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا؟ پھر یہ فتح مندی تو ظاہر ہے جس کے نتائج کے لئے ایک صدی کا انتظار کرنا پڑا ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے، اسی وقت اپنی معنوی فتح مندی حاصل کر لیتا ہے۔

ظلم کا صاحبِ عظمت ہونا الٰہی سند نہیں

۳۔ بہر حال یہ تو حق و صداقت کی قربانیوں کے نتائج ہیں جو کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ لیکن حضرت سید الشہداء کا اسوۂ حسنہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا بھی پروا نہ کرو۔ اگر ظالم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے لئے حق کی قربانی ناگزیر ہے اور اسے ہونا بھی چاہئے۔ تعداد کی قلت و کثرت یا سامان و وسائل کا فقدان اس پر مؤثر نہیں ہو سکتا، اور ظلم کا صاحب شوکت و عظمت ہونا اس کے لئے کوئی الٰہی سند نہیں ہے کہ اس کی اطاعت ہی کر لی جائے۔ ظالم خواہ ضعیف ہو خواہ قوی ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے کیوں کہ وہ ظالم ہے اور حق و صداقت ہر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے۔

راہِ الٰہی کے لئے آزمائش

۴۔ حق و عدالت کی رفاقت کی آزمائشیں زہرہ گداز اور شکیب ربا ہیں قدم قدم پر حفظِ جان و ناموس اور محبت فرزند و عیال کے کانٹے دامن کھینچتے ہیں لیکن یہ اسوۂ حسنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب و ہمت کو اچھی طرح آزما لیں نہ کہ چند قدموں کے بعد ہی ٹھوکر لگے۔

جرم را ایں جا عقوبت ہست استغفار نیست

اس قتیلِ جادۂ حق و صداقت کے چاروں طرف جو کچھ تھا اس کا اعادہ ضروری نہیں کہ سب کو معلوم ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنی آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کئے ہیں :

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ
الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ
مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ
وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم
مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَ
إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(۲۵۱۵۲)

اللہ تعالےٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا، وہ حالت خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان مال و جان اور ہلاکتِ اولاد و اقارب میں مبتلا کر کے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے اُن کے لئے جن کے ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے معاملات کو یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ :

انا للہ و انا الیہ راجعون

نفس کی مرضی پر خُدا کی مرضی کو ترجیح

خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان اموال و متاع، قتل نفس و اولاد یہی چیزیں انسان کے لئے دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ان ہی چیزوں کو راہ الٰہی کے لئے آزمائش قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کر کے موجود تھے۔ وہ ان تمام مصائب سے ایک لمحہ کے اندر نجات پا کر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتا تھا۔ اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری و اطاعت وقت کی تاویل پر عمل کرتا، پر اس نے خدا کی مرضی کو اپنے نفس کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آگیا۔ اس نے اپنا سر دے دیا کہ

انسان کے پاس حق کے لئے یہی ایک آخری متاع ہے پر اطاعت و اقرار و فاداری کا ہاتھ نہ دیا جو صرف حق و عدالت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ط

جہادِ حق میں صبر و استقامت

۵۔ سب سے بڑے اسوۂ حسنہ کے اس حادثۂ عظیمہ کی لسان حال اس کی ترجمانی کرتی ہے، راہ مصائب و جہاد حق میں صبر و استقامت اور عزم ثبات ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

دوسری جگہ کہا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ! وَلِلّٰهِ دَرُّ مَا قَالَ ؎

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ　　انجا کہ لطمہ ہائے یداللہ می زند

فی الحقیقت اس شہادت عظیمہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے تمام عزیز و اقارب، اہل و عیال اور فرزند و احباب کے ساتھ دشت غربت و مصائب میں محصور اعدا ہونا، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش و جوع میں آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھنا، پھر ان میں سے ایک ایک کی خوں آلودہ لاش کو اپنے ہاتھوں سے اٹھانا، حتیٰ کہ اپنے طفل شیر خوار کو بھی تیر ظلم و بربریت سے نخچیر پایا مگر با ایں ہمہ راہِ عشق و صداقت میں جو پیمانِ صبر و استقامت باندھا تھا اس کا ایک لمحہ بلکہ ایک عشر دقیقہ کے لئے بھی متزلزل نہ ہونا، اور حق کی راہ میں جس قدر مصائب و اندوہ پیش آئیں، سب کو شکر و منت کے ساتھ برداشت کرنا کہ

رضینا بقضاء اللہ و صبرنا علیٰ بلائہ

پیکانِ ترا بجاں خریدار　　مَن مرہم دیگراں نخواہم

دوست کے ہاتھ سے جام زہر بھی ملتا ہے تو تشنہ کامان زلال محبت اسے غیروں کے جامِ شہد و شکر پر ترجیح دیتے ہیں۔

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں!

آج بھی اگر گوش حقیقت نیوش باز ہو تو خاکِ کربلا کا ایک ایک ذرہ توصیہ فرمائے صبر و استقامت ہے۔

شدیم خاک و لیکن ببوئے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

اگر اس صبر و استقامت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو خدارا تاریخ کی طرف توجہ کرو، صرف ایک روایت یہاں لکھوں گا تاکہ جو لوگ خاندانِ نبوت اور عترت حضرت رسالت کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ ادعائے محبت بغیر مطابقت بے کار ہے۔

حضرت امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "جس رات کی صبح کو میدان شہادت گرم ہونے والا تھا، عین اسی وقت کا واقعہ ہے کہ میں بیمار پڑا تھا، میری پھوپی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ اتنے میں حضرت امام حسینؓ داخل ہوتے۔ وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنہیں میں سمجھ گیا کہ ان کا ارادہ کیا ہے؟ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہم پر ابتلائے الٰہی نازل ہو گئی ہے اور اب اس سے چارہ نہیں۔

مگر حضرت زینب ضبط نہ کر سکیں کیوں کہ قدرتی طور پر عورتیں زیادہ رقیق القلب ہوتی ہیں، وہ ماتم کناں چلا اٹھیں کہ واحسرتا وامصیبتا!

الیوم ماتت فاطمہ وعلی وحسین بن علیؓ!

صبر و استقامت کی تلقین

لیکن جب حضرت حسینؓ نے یہ حالت دیکھی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا "اے بہن! یہ کیا بے صبری ہے اور کیسا جزع و فزع ہے؟ اللہ سے ڈر کر موت یقیناً آنے والی چیز ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔"

لیکن حضرت زینبؓ شدتِ غم و حزن سے مضطر تھیں کہ آنے والی صبح کن واقعات خونی کے ساتھ نازل ہوگی۔ فرطِ غم میں انہوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ گریبان پھاڑ ڈالا اور وا ویلا وا حسرتا پکارتی ہوئی بے ہوش اپنے بھائی پر گر پڑیں۔ حضرت حسینؓ نے یہ حالت دیکھ کر ان کے مونہہ پر پانی ڈالا اور جب ہوش میں آئیں تو فرمایا "اے بہن یہ کیسا غم و حزن ہے جو تم کر رہی ہو؟ تمہیں چاہیئے کہ اللہ کے حکم و فرمان کے مطابق جو طریق عزا و حزن و غم ہے، اسے اختیار کرو، کیوں کہ میرے لئے اور ہر ایک مسلم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے اعمال و افعال میں اتباع اور پیروی کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اللہ اکبر! خاندانِ نبوت کے اس مرتبۂ رفیع اور اس درجۂ عظیم کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کس طرح ان کے سامنے تھا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے حکم کے آگے کس طرح انہوں نے اپنے جذبات اور خواہشوں کو قربان کر دیا تھا؟ ایسے سخت اور زہرہ گداز موقع پر بھی اپنی بہن کو جزع و فزع انہیں گوارا نہ ہوا اور بجائے عام الفاظ صبر و تشفی کہنے کے، فرمایا تو یہ فرمایا:

فان لی ولکل مسلم اسوۃ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر آج کتنے مدعیانِ محبت اہلِ بیت کرام ہیں جو اس اسوۂ حسنہ کے اتباع کا اپنے اعمال سے ثبوت دے سکتے ہیں۔

تمت بالخیر

THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. [redacted] Book No. ع ۱۸ ح

Vol. ______ Copy ______

Accession No. [redacted]

T UNIVERSITY OF KASHMIR

No.__________ Acc. No.__________

ue charges will be levied under rules for each
book is kept beyond the date stamed above.

THE JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. [redacted] Book No. ر ١٨ ح

Vol. __________ Copy __________

Accession No. [redacted]